غلام احمد قادیانی

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL
QADIAN

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی للعہ ششماہی للعہ سہ ماہی ؏

فی پرچہ تین پیسے

اخبار ہفتہ میں تین بار

الفضل

قادیان

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۱۶ | مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۲۵ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ | جلد ۱۲

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طبیعت اچھی ہے لیکن بعض اوقات تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے۔ احباب پوری صحت کے لئے دعا فرماویں۔

دارالامان کی مساجد میں بہت سے اصحاب اعتکاف بیٹھے ہیں ان دنوں دن رات میں قرآن خوانی کا نہایت ہی دلکش اور مؤثر نظارہ ہر وقت نظر آتا ہے۔

جناب چودہری نصر اللہ خان صاحب چند دن کے لئے ڈسکہ تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی جگہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ناظر اعلیٰ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب مفتی محمد صادق صاحب بھیرہ تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی جگہ جنرل سکرٹری جناب میر محمد اسحٰق صاحب مقرر ہوئے ہیں ۞

ایک لاکھ چندہ خاص کی تحریک اور مخلصین جماعت احمدیہ

اخبار سیاست کے غلط خیال کا عملی جواب

احمدی چندے دیتے دیتے تھکے نہیں

جیسا کہ خیال ہی نہیں بلکہ یقین تھا۔ کہ اخبار "سیاست" کے کسی گمنام مضمون نویس کے یہ الفاظ کہ "آئے دن چندے دیتے دیتے قادیانی مرید بھی کچھ تھک سے گئے ہیں۔ اور اپیل کا اثر تا حال حوصلہ افزا نہیں ہوا" عدو شرے بر انگیزد کہ خیرے ما دراں باشد۔ کے مصداق ہونگے۔ ایسا ہی ہوا۔ ہماری جماعت کے مخلص اصحاب نے جو پہلے ہی اپنی طاقت اور ہمت سے بہت بڑھ چڑھ کر ایک لاکھ چندہ کی تحریک میں حصہ لے رہے تھے۔ دشمنوں اور حاسدوں کے غلط خیالات کا عملی جواب دینے کیلئے اور ایثار دکھانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ ذیل کا خط جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت والا میں موصول ہوا ہے اس کی تازہ مثال ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت شریف حضرت سیدنا و مرشدنا و امامنا خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاکسار نے قبل ازیں حضور کے ارشاد کے مطابق بحساب دو سیر فی من تحریک ایک لاکھ میں ادا کر دیا تھا۔ اور چندہ عام بھی بحساب ۲ سیر فی من ادا کر دیا تھا۔ جو کہ قادیان پہونچ چکا ہے۔ اور رسید بھی خاکسار کو

مل گئی ہے۔ مگر جبکہ بندہ نے ۱۴ اپریل ۱۹۲۵ء کے اخبار الفضل میں "سیاست" کے بوسیدہ اعتراضات پڑھے۔ جن کو ایک عقلمند نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے مثلاً اخبار مذکور کا ایک فقرہ یہ ہے کہ "احمدی چندے دیتے دیتے تھک گئے ہیں" اس کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ احمدی احباب تھک نہیں گئے۔ بلکہ استقامت سے اپنے فرض منصبی کو ادا کر رہے ہیں۔ لہٰذا مبلغ ایک صد روپیہ بندہ اپنے حساب سے زائد ایک لاکھ کی تحریک میں نقد ارسال کرتا ہے تاکہ دشمنوں کو معلوم ہو جائے کہ احمدی چندوں سے ہرگز نہیں تھکتے۔ بلکہ اگر امام وقت حکم فرما دیں کہ جانیں حاضر کرو۔ تو بغیر کسی حیل و حجت کے حاضر ہو جاویں۔

حضور بندہ کے لئے دعا فرماویں۔ کہ خداوند کریم دین و دنیا میں کامیاب کرے۔ اور اس جماعت کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

حضور کا غلام احقر العباد

بندہ محمد اکرم خان نمبردار چھور ۱۱۷ ضلع شیخوپورہ"

اس خط کو پڑھکر کون کہہ سکتا ہے کہ "قادیانی مرید" جن میں ایسے ایسے مخلص اصحاب موجود ہیں۔ چندہ دیتے دیتے تھک گئے ہیں۔

چونکہ ایک لاکھ چندہ کی اپیل کی میعاد جلد ختم ہونیوالی ہے اس لئے احباب کو جلد سے جلد اپنے موعودہ چندے ادا کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ تا مخالفین جو ہماری غربت اور خدا کی راہ میں کثرت سے خرچ کو دیکھ کر اپنے حاسدانہ جذبات سے مجبور ہو کر یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم آئے دن چندے دیتے دیتے تھک گئے ہیں۔ انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ ان کے اس قسم کے خیالات بالکل بے بنیاد اور غلط ہیں۔ ہم خدا کی راہ میں انشاء اللہ تعالیٰ چندہ دیتے دیتے اس وقت تک نہیں تھک سکتے۔ جب تک ایک کوڑی بھی ہمیں ہاتھ لگ سکے اور ایک دانہ بھی میسر آ سکے۔ کیونکہ ہم اپنی زندگی کی غرض تن پروری اور عیش و عشرت نہیں سمجھتے۔ بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینا سمجھتے ہیں ٭

(۲)

چندہ خاص کی تحریک کے سلسلہ میں حسب ذیل خط بھی خاص طور پر مطالعہ کے قابل ہے۔

بحضور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضور کی تحریک ایک لاکھ والی سے کمال خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شکر ہے۔ کہ ہمارے جیسے کمزوروں کو بھی کچھ نہ کچھ خدمت دین کا موقعہ دے رہا ہے۔ پھر دوسرا شکر یہ ہے کہ ہم تین آدمی ایک جگہ کام کرتے ہیں۔ ایک میرا بھائی۔ دوسرا لڑکا ہم تینوں کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ کہ تین تین ماہ کی پوری آمدنی بتیس روپیہ فی کس کے حساب سے .... قیمت ادا کر دی ہے

یہ محض اللہ تعالیٰ کا ہی فضل اور احسان ہے۔ جماعت میں سے اوروں نے بھی اسی طرح ادا کی ہے۔ ہمارا جان و مال یہ سب آپ کا ہے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ دعا کریں۔ کہ جب بھی حضور کو ہماری جان یا مال کی ضرورت ہو۔ تو ہم دیر نہ کریں۔ اور اسی وقت حاضر کر دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ نیز دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اولاد میں برکت دے۔ اور وہ دین کی خدمت کرنے والی ہو ہم حضور کی فرمانبرداری کے لئے ہر وقت حاضر رہیں۔ ہمارا مال و جان سب کچھ دین کی خدمت کے لئے ہو۔

خادم غلام محمد زرگر از سیدوالہ

جناب ملک منشی ہاشم علی صاحب کا انتقال

جناب منشی صاحب مرحوم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت پرانے خدام میں سے نہایت مخلص اور سلسلہ سے خاص محبت اور شیفتگی رکھنے والے تھے۔ ۲۸ مارچ ۱۹۲۵ء کی صبح کو ۷۵ سال کی عمر میں فوت ہو کر محبوب حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم میں وہ تمام خوبیاں اور صفات پائی جاتی تھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب اولین کے لئے مخصوص ہیں۔ باوجود پیرانہ سالی کے اشاعت سلسلہ میں نوجوانوں سے بڑھکر جوش رکھتے اور تبلیغ کا کوئی موقعہ نہ جانے دیتے۔ ہمیشہ اپنی استطاعت سے بڑھکر سلسلہ کی مالی مدد کرتے۔ اور ہر تحریک میں پیش پیش رہتے ایسے مخلص اور ایثار مجسم بزرگ کی وفات یقیناً نہایت رنجدہ اور افسوسناک ہے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور آپ کے پسماندگان کو دینی خدمات میں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ سب احباب مرحوم کے لئے دعا مغفرت کریں ٭

اخبار احمدیہ

لنڈن میں تبلیغ

ملک غلام فرید صاحب لنڈن سے لکھتے ہیں۔ مولوی عبد الرحیم صاحب درد کا لیکچر "اسلام" پر Harrow میں ہوا۔ لیکچر نہایت کامیابی سے ہوا۔ حاضرین کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی اسی ہال میں لیکچر ہوا جس میں ایک مہینہ پہلے میرا لیکچر ہو چکا ہے اسی

اجلاس میں شہادات کابل کے متعلق پروٹسٹ ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ جس کی نقل اس جلسہ کے پریذیڈنٹ نے تمام اخبارات کو بھیجی ہے۔ ایک مطبوعہ گشتی چٹھی پرسوں ہم نے یہاں کے تمام اخبارات اور ہندوستان کے اخبارات کے نام بھیجی ہے۔ اور ضروری تبدیلی کے ساتھ تمام گورنمنٹوں کو بھی۔

بہرام پور میں آریہ سماج سے مباحثہ

مورخہ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰ مارچ کو بہرام پور متصل سٹیشن دینا نگر ضلع گورداسپور میں آریہ سماج کا جلسہ تھا جنہوں نے وہاں کی انجمن حمایت الاسلام کو مباحثہ کے لئے چیلنج دیا۔ انجمن کی درخواست پر مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل ۲۷ مارچ کو بھیجے گئے۔ سیکرٹری صاحب انجمن حمایت الاسلام لکھتے ہیں:-

مجھے انجمن حمایت الاسلام بہرام پور کی طرف سے اسبات کے لئے ہدایت کی گئی ہے کہ میں اپنی طرف سے اور مسلمان اہالیان بہرام پور کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کروں کہ حسب استدعا جناب نے مولوی غلام احمد صاحب احمدی کو آریہ سماج کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے بھیجا۔ زیادہ تفاصیل مناظرہ میں نہ پڑتا ہوا مختصراً عرض پرداز ہوں کہ مولوی صاحب نے مناظر آریہ سماج کو ۴ گھنٹے کے مناظرہ میں ایسی زک دی کہ اسے مدت العمر یاد رہیگی۔ اظہار شکریہ کے ساتھ میں جناب کی خدمت میں اور جناب مرزا صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح ثانی) کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ کی جماعت کے ایک فرد کے وسیلہ سے اسلام کا بول بالا ہوا۔ والسلام۔ ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

خلاف قانون کشید شراب

پنجاب میں عام طور پر خلاف قانون شراب کی کشید ہوتی رہتی ہے

تحصیل اوکاڑہ میں بھی ایسی ہی کارروائی ہوئی۔ مخبری ہونے پر چودہری محمد اسمٰعیل صاحب افسر مال منٹگمری و چودہری ظفر اللہ خان صاحب احمدی نائب تحصیلدار اوکاڑہ و چودہری محمد اکبر صاحب سب انسپکٹر پولیس اوکاڑہ بمعہ تین چار کانسٹبلوں و دیگر معتبرین علاقہ مورخہ ۲۶ کی شب کو چک ۴۲/۲ ایل و چک ۴۵/۲ ایل کو روانہ ہوئے۔ ہر دو چکوں کا محاصرہ کر کے دربندیاں کی گئیں۔ اور تلاشی شروع ہوئی۔ اور بہت سی شراب اور آلات شراب سازی پکڑے گئے۔ چک ۴۲/۲ ایل کے باشندگان جن کی دربندی کی گئی۔ چودہری ظفر اللہ خان صاحب پر جن کے ہمراہ ایک قلیل سی جماعت تھی۔ حملہ آور ہوئے جس میں طرفین کو ضربات بھی پہنچیں۔ مگر آخر سب ملزمان گرفتار کر لئے گئے۔ جن کا چالان عدالت مجاز میں کیا گیا۔ اسی طرح دیگر چکوں سے بھی شراب برآمد کی گئی۔

مذکورہ بالا افسران قابل مبارکباد ہیں۔ اور ان کی اسبارے میں سرگرمی حکام بالا کے لئے لائق توجہ ہے۔ والسلام

خاکسار:- عنایت اللہ مدرس اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

یوم سہ شنبہ - قادیان دارالامان - ۲۱ اپریل ۱۹۲۵ء

کابل میں احمدیوں کی سنگساری اور سنی کانفرنس مراد آباد

"انڈین ڈیلی میل" بمبئی کا پُرزور مضمون

کیا سنگساری کے خلاف آواز اُٹھانا مذہب میں دست اندازی ہے

بمبئی کے مشہور انگریزی اخبار "انڈین ڈیلی میل" نے اپنے ۲ اپریل کے پرچہ میں ایک زبردست لیڈنگ آرٹیکل مراد آباد کی سُنّی کانفرنس کے اس ریزولیوشن کے خلاف لکھا ہے۔ جس میں کابل میں احمدیوں کی سنگ ساری کے خلاف آواز اٹھانے کو مذہب میں دست اندازی قرار دیکر گورنمنٹ ہند اور جمعیۃ الاقوام سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ وہ اس معاملہ میں کسی قسم کا دخل نہ دے۔ اخبار مذکور نے نہایت پُرزور طریق سے اس ریزولیوشن کی لغویت ثابت کی ہے۔ اور وضاحت کے ساتھ اس امر کی ضرورت جتلائی ہے۔ کہ ایسے وحشیانہ فعل کے خلاف آواز اُٹھانا تمام مہذب انسانوں کا کام ہے اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی ذکر کیا ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے ہر معاملہ کے متعلق جو ایسے مسلمانوں کے خیالات کے خلاف ہو۔ کہدیا جاتا ہے۔ کہ یہ مذہبی دست اندازی ہے لیکن جب ان کا سب سے بڑا مذہبی مسئلہ یعنی "خلیفہ ٹرکی کا اقتدار" خود ترکوں کے ہاتھوں بالکل نیست و نابود ہو گیا۔ تو انہوں نے ذرا بھی چون و چرا نہ کی۔ اور اس بات کو بآسانی برداشت کر لیا۔ اس قسم کی باتوں نے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ ہر ایسے معاملہ کو جو ان کی رائے کے خلاف ہو۔ مذہبی دست اندازی کہدینا ان لوگوں کی عادت سی ہو گئی ہے۔ اور اب بھی یہ اسی عادت سے مجبور ہو کر یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ احمدیوں کی سنگساری کے خلاف آواز اُٹھانا "براہ راست مذہبی دست اندازی" ہوگی۔ مگر گورنمنٹ برطانیہ یا جمعیۃ الاقوام کو اس کی کچھ پروا نہ ہونی چاہیئے اور کابل کے وحشیانہ اور انسانیت کُش افعال کے متعلق ضرور کسی نہ کسی طریق سے مؤثر کارروائی کرنی چاہیئے۔

اخبار مذکور کے مضمون کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"یہ امر بہت ہی موجب اطمینان ہے۔ کہ انگلستان کے معزز لوگوں نے افغانستان میں احمدیوں کی سنگساری پر اظہر افغانستان مجلس بین الاقوام و دیگر بڑی طاقتوں کے پاس زبردست صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ یورپ کے اکثر ممالک سے کسی مذہبی ناروا داری اُٹھ گئی ہے۔ اور ہندوستان میں طاقتور حکومت کی وجہ سے قلیل التعداد مذہبی فرقے مظالم سے محفوظ ہیں۔ لیکن ایشیا کے مختلف حصص نے مذہبی رواداری کا سبق ابھی تک نہیں سیکھا۔ ہندوستان کے فرقہ وارانہ فسادات حکومت کے محدود اختیارات کا ناخوشگوار ثبوت ہیں۔ افغانستان میں احمدیوں سے سلوک کے متعلق ہندوستان کے سُنیوں نے جو رویہ اختیار کیا ہے۔ اس سے اخباری دنیا غافل نہیں۔ احمدی گو قلیل ہیں۔ لیکن ہندوستان کی ایک روشن ضمیر جماعت ہے۔ جو دیگر مسلمانوں کی مداخلت کے بغیر اس مذہبی آزادی کے باعث جو انہیں برطانوی حکومت کے ماتحت حاصل ہے۔ اپنے عقائد پر عمل پیرا ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ مذہبی آزادی جو انہیں یہاں حاصل ہے سُنیوں کو نہیں بھاتی۔ چنانچہ انہوں نے کانفرنس مراد آباد میں جو ۲۰ مارچ کو منعقد ہوئی۔ ایک قرارداد پاس کی ہے جس میں احمدیوں کی سنگ ساری کی مخالفت کو مذہبی مداخلت جو سُنیوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ قرار دیا ہے۔ اور گورنمنٹ ہند اور مجلس بین الاقوام سے استدعا کی ہے کہ وہ اس سوال کو نہ اٹھائے۔

گذشتہ سالوں میں مختلف اسلامی مجالس میں بعض بہت غیر معمولی قراردادیں پاس ہوتی رہی ہیں۔ لیکن تنگ نظری ناروا داری اور حماقت میں مراد آباد کی کانفرنس اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ کانفرنس نے یہ عجیب بات پیش کی ہے۔ کہ اگر سُنّی مسلمانوں کو ان نہتے مردوں و عورتوں کو جو احمدی عقائد پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ سنگسار کرنے سے روکا گیا تو یہ سُنیوں کے مذہب میں براہ راست مداخلت ہوگی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ احمدیوں نے سُنیوں کے عقائد سے ارتداد اختیار کیا ہو۔ مگر انہیں پورا حق حاصل ہے کہ اپنے عقائد تبدیل کر لیں اور ہر ایک شخص عقائد کے بارے میں آزاد ہے۔ حریت کا ایک اصول اساسی ہے۔ مگر جس اصول کو قائم کرنے کی کوشش سُنّی کانفرنس نے کی ہے۔ وہ ہندوستان کی تمدنی و مذہبی آزادی پر ایک خطرناک حملہ ہے۔ مذہبی مداخلت تو اسی وقت ہوتی ہے۔ جب حکومت یا کوئی اور طاقت انسان اور اس کے مخصوص خدا کی عبادت میں حائل ہو۔ ورنہ قلیل التعداد مذہبی جماعتوں کو وحشیانہ قتل سے بچانا مذہبی مداخلت نہیں ہو سکتا۔ کسی مہذب حکومت میں کسی شخص یا جماعت کو یہ حق حاصل نہیں۔ کہ کسی شخص کو کوئی خاص مذہب اختیار کرنے یا پتھر کی بارش میں جان دینے کا اختیار دے۔ چاہے احمدی کابل میں سنگسار ہوں یا بمبئی میں اصول ایک ہی ہے۔ اور اگر ہندوستان کے مسلمان اس بربریت کو افغانستان میں گوارا کر سکتے ہیں۔ تو بمبئی کے بازاروں میں بھی گوارا کر لیں گے۔ ہندوستان کی ہر جماعت کو مراد آباد کانفرنس کے پیش کردہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالنی چاہیئے۔ اگر ہندوستان کی قلیل جماعتوں کو تمدنی و مذہبی آزادی کا یقین نہیں دلایا جا سکتا۔ تو ہندوستان میں حکومت خود اختیاری کی قطعاً کوئی اُمید نہیں ہو سکتی بتلاؤ اس وقت قومی حکومت کا طریق عمل کیا ہوگا۔ جب آدھی درجن احمدی سُنّی مسلمانوں کے ہاتھوں لاہور میں قتل کئے جائیں۔ کیا ایسے سُنّی مسلمانوں کو سزا دینا ہندوستان کی سُنّی آبادی مذہب میں مداخلت تصور کرے گی۔ جو ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔ اگر یہ صورت ہو۔ تو تمام ملک سے ایک قلیل عرصہ میں ہی امن اٹھ جائے۔ پس جب تک مراد آباد کانفرنس کی قرارداد کو ہندوستان کی متفقہ رائے پورے شدّ و مدّ کے ساتھ ردّ نہیں کرے گی۔ تب تک ہر قلیل جماعت خود اختیاری حکومت کے حق میں ووٹ دینے میں ضرور تامل کرے گی۔ یہ واقعی حیرت انگیز امر ہے کہ ہندوستان کے رہنما جو ہندوستان کو جلد حکومت خود اختیاری دینے کے لئے سعی کر رہے ہیں۔ وہ ان خیالات کے مٹانے کے لئے پوری جد و جہد نہیں کر رہے۔ جو ان کے دعاوی حب الوطنی کے منافی ہے۔ ہندوستان میں کوئی شخص مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مخل نہیں ہونا چاہتا۔ سُنّی مسلمانوں کو پورے طور پر ضمیر کی آزادی حاصل ہے۔ اور حکومت غیر جانبدارانہ مذہبی پالیسی کے قیام کا پورا خیال رکھتی ہے۔ اور جب ہندوستان کو حکومت خود اختیاری حاصل ہو جائیگی۔ اس کے متعلق بھی اُمید کی جاتی ہے۔ کہ وہ بھی مذہبی غیر جانبداری کو ملحوظ رکھے گی۔ ورنہ ہندوستان میں

مذہبی امن کا ایک دن بھی نہیں چڑھیگا۔ اگر ہندوستان اور دیگر مذاہب کے لوگ عقائد بدلنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ تو مذہبی رواداری بھی نہیں ہو سکتی۔ ہم بالعموم مسٹر گاندھی سے متفق نہیں ہوتے۔ لیکن مراد آباد کی کانفرنس کی جو دلیرانہ مخالفت انھوں نے کی ہے۔ اس کے لئے ہم انکے مداح ہیں۔ مگر ہم سخت حیران ہیں۔ کہ ٹائمز آف انڈیا جیسا معزز اخبار اپنے پرچہ میں کس طرح اس خیال کو برداشت کر سکتا ہے۔ کہ وہ مسلمان جو اپنے عقائد بدلے۔ اس کی سزا قتل ہے۔ ہمارا معزز ہمعصر مسٹر گاندھی کی آزادانہ رائے کی مخالفت کرتا ہوا لکھتا ہے۔

"وہ میموریل کہ جس کی اشاعت دنیا میں کی جا رہی ہے غیر دانشمندانہ ہے۔ لیکن یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ ان سات لوگوں میں سے جن کے دستخط میموریل پر ہیں۔ دو شخص پروفیسر نکلسن و فرانسس ینگ ہسبینڈ مسلمانوں کے متعلق براہ راست علم رکھتے ہیں۔ یہ بہتر ہوتا کہ یہ دونوں اور مسٹر گاندھی مسلمان لیڈروں سے استدعا کرتے۔ کہ وہ اپنے ہم مذہب لوگوں میں اس کے خلاف پروپاگنڈا کریں۔"

لیکن یہ ان انگریزوں کی سپرٹ نہیں۔ جنھوں نے ہندوستان سے ستی کی رسم کو مٹایا۔ ہندوؤں کے احساسات بھی اس مسئلہ میں اتنے ہی زبردست تھے۔ جتنے کہ مسلمانوں کے ارتداد کے متعلق ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ہندوستان کے ہر خیر خواہ کا قلم ناروا داری کے سامنے بزدلانہ طور پر جھکنا ایسا جرم ہے۔ جس کا ارتکاب نہیں ہونا چاہئیے۔ ارتداد ہم جانتے ہیں۔ کہ اس ملک میں سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ اگر ہندوؤں کو بھی ایسا موقعہ ہاتھ لگے۔ کہ ان لوگوں سے انتقام لے سکیں۔ جنھوں نے ہندو دھرم سے ارتداد اختیار کیا۔ تو مگر نہ اتفاق کریں۔ لیکن ان خطرات کی وجہ سے ہمیں مذہبی رواداری کے اصول کو قربان نہیں کرنا چاہیئے۔ افغانستان میں احمدیوں سے وحشیانہ سلوک پر ہندوستان کے سنیوں سے۔ نرمی کا سلوک اس خطرہ سے خالی نہیں۔ کہ اس ملک میں بھی اس روشن ضمیر اور امن پسند فرقہ پر ویسے ہی جرائم کا ارتکاب نہ کیا جائے گا اور دوسرے مذاہب بھی اس کی تقلید کرینگے۔ جس سے ہندوستان میں ایک بھی شخص ایسا نہ رہے گا کہ جس کی جان خطرہ میں نہ ہو۔ ترکی کی جنگ یورپ میں شرکت سے لیکر آج تک ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ رویہ رہا ہے۔ کہ وہ ہر اس فعل کو جو ہندوستان میں یا اس سے باہر ہو۔ اگر ان کے خیالات کے مخالف ہو تو اسے مذہبی مداخلت تصور کرتے رہے ہیں۔ آدھہ درجن کے قریب سیاسی جماعتوں کی آزادی۔ یہودیوں کو فلسطین دلایا جانا۔ دنیا کا امن اور دیگر امور ان کی نظروں میں خلیفہ کے دبدبہ کے قیام کے سامنے ہیچ ہیں۔ برطانیہ عظمی اور اس کی حلیف طاقتوں کے ترکوں کی رعایا کے متعلق متفقہ فیصلہ پر عمل کرنے کی کوشش کو انھوں نے ناقابل برداشت مذہبی مداخلت خیال کیا تھا۔ اور باہر کے مسلمانوں کے متعلق کسی فعل کا سرزد ہونا ہندوستان کے مسلمانوں کی ہمدردی جذب کرنے کا کافی ضامن تھا۔ لیکن ترکی خلافت کے مٹ جانے کے بعد جس کا قیام ہندوستان کے مسلمانوں کے نزدیک بقائے اسلام کے لئے ضروری تھا۔ مسلمانوں کا یہ رویہ قابل پذیرائی نہیں رہا +

بائبل میں نئی تحریف

ڈاکٹر منگانا مدت سے اس امر کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں تحریف ثابت کریں۔ اس وقت تک اس مقصد کے حصول میں انہیں تو سوائے ناکامی کے کچھ حاصل نہیں ہوا لیکن اس کے مقابلہ میں بائبل کی جو گت بن رہی ہے وہ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ آج تک بائبل میں جس قدر تحریف کی جا چکی ہے۔ وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں۔ لیکن اب ولایت کے اخبار ویسٹ منسٹر گزٹ کے حوالہ سے اخبار انڈین ڈیلی میل ۵ اپریل اور سٹیٹسمین ۱۲ اپریل نے لکھا ہے:۔

"امریکہ کے میسرز سکریبنرز نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ پروفیسروں اور ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن نے ملکر ایک نئی انجیل تیار کی ہے۔ جو شائع ہو چکی ہے۔ اس میں اور پرانی انجیل میں ایک فرق یہ ہے کہ اس میں دو جلدیں شامل نہیں کی گئیں۔ اور دوسرا بڑا فرق یہ ہے کہ جہاں کہیں دعوتوں میں شراب کا ذکر آتا ہے۔ اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ اور شراب کی بجائے کشمش کی ٹکیہ کے الفاظ رکھ دئے گئے ہیں۔ مثلاً تواریخ کی کتاب اول کے باب ۱۶ کی آیت ۳ جو یوں تھی کہ:۔

"اس نے سارے اسرائیلی لوگوں کو کیا مرد کیا عورت ہر ایک کو ایک ایک گردہ روٹی اور گوشت کا ایک ایک ٹکڑا اور مے کی ایک ایک صراحی دی"۔ اس طرح بنا دیا ہے:۔

"اس نے سارے اسرائیلی لوگوں کو کیا مرد کیا عورت ہر ایک کو گردہ روٹی کا ایک ٹکڑا گوشت کا اور ایک کشمش کی ٹکیہ دی"۔

کیا ہی اچھا ہو۔ ڈاکٹر منگانا قرآن کریم میں تحریف ثابت کرنے کے لئے سرگردان ہونے کی بجائے بائبل کی حفاظت کی کوشش کریں۔ تا آئے دن اس میں ردوبدل نہ ہوتا رہے۔

معلوم نہیں جس کتاب کی یہ حالت ہو۔ اور جس میں اس قدر دست برد ہو رہی ہو۔ اس پر کسی مذہب کی بنیاد کس طرح قائم رہ سکتی ہے۔ اور عیسائی صاحبان کیونکر اس پر اپنے عقائد برقرار رکھ سکتے ہیں۔

ترکوں کی اخلاقی اور مذہبی حالت

معاصر مدینہ (یکم اپریل) نے غالباً کسی ترکی اخبار سے ایک مضمون نقل کیا ہے۔ جس میں ایک صاحب شیخ ضیاء الدین آفندی کی اس تقریر کا اقتباس درج ہیں۔ جو انہوں نے ۱۷ فروری کو میزانیہ داخلی اور امن عام پر بحث کے دوران میں کی۔ شیخ موصوف نے کہا:۔

"مسئلہ امن عام اخلاق اور روحانیات سے زبردست تعلق رکھتا ہے لیکن افسوس کہ ہم انکی طرف پورے اہتمام سے توجہ نہیں کرتے اس وقت آستانہ میں ایک ہزار کے قریب شراب کی دکانیں اور آٹھ سو فحش گھر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کنواری عورتوں میں بھی رقص کا رواج ہو چکا ہے۔ بعض لوگ مغربی رسم و رواج اور مدنیت کے دلدادہ ہیں لیکن وہ یورپ کے علوم و فنون کو قبول نہیں کرتے۔ انکی اچھی باتوں کو چھوڑنا اور انکی بری باتیں قبول کر لینا کونسی دانشمندی ہے یہ تجدد نہیں بلکہ ارتجاع ہے۔ ترقی نہیں تنزل ہے روشنی نہیں ظلمت ہے۔ یہ حالات آداب دینیہ سے سخت منافرت رکھتے ہیں۔ مسیحی حکومتیں بھی دینی شعائر و آداب کا احترام کرتی ہیں لیکن ہمارے ملک میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص کہنے لگا ہے۔ میرا کوئی مذہب نہیں"

ایک اسلامی حکومت کی یہ حالت ہر ایک مسلم کے لئے جہاں نہایت ہی رنج اور افسوس کا موجب ہوگی۔ وہاں اسے یہ بھی محسوس ہوگا کہ مسلمانوں کے زوال اور نکبت کا باعث انکی اسلام سے روگردانی ہے۔ کاش! ترکان احرار دنیوی لحاظ سے ترقی کے اسباب مہیا کرنے کی کوشش کے ساتھ ہی روحانی اور دینی اصلاح کی طرف بھی متوجہ ہوں +

ہندو مندروں کے عجائبات

ہندو مذہب آج تک جن عجیب غریب حالات سے گذرتا رہا ہے انکے کسی قدر نقش و نگار پرانے مندروں کے در و دیوار پر نمایاں نظر آرہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا مندروں کا جو عبادت گاہ سمجھے جاتے ہیں۔ مرد و عورت کی برہنہ تصویروں سے کیا تعلق ہے۔ جو بنارس اور بندرابن وغیرہ کے بڑے بڑے مشہور مندروں کی دیواروں پر بنی ہوئی ہیں۔ ہندو مرد و عورتیں دور دور سے ان کے درشن کے لئے آتے ہیں۔ لیکن پانڈے اپنی عورتوں کو ایسے مندروں کے اندر نہیں آنے دیتے۔ اور اگر کوئی پوچھے تو کہدیتے ہیں۔ ہماری عورتیں بچہ پیدا ہونے پر ہی درشن ..... کر جاتی ہیں۔ ہمارے نزدیک بت پرستی جیسے فعل کا جو غیرت اور حمیت کے لئے سم قاتل ہے یہ نتیجہ ہے کہ گناہ بے لذت کیا جاتا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

(۱۰ اپریل ۱۹۲۵ء)

رمضان المبارک کے متعلق ہدایات

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں آج دعا کے متعلق بعض باتیں اپنے خطبہ میں بیان کرنا چاہتا تھا۔ اور اس وقت تک کہ میں یہاں مسجد میں آیا ہوں۔ میرا یہی ارادہ تھا۔ لیکن اب جب کہ میں ممبر پر کھڑا ہوا ہوں۔ مجھے ایک رقعہ دیا گیا ہے۔ جو میرے پچھلے خطبہ کے متعلق ہے۔ چونکہ اس کے متعلق پہلے بھی مجھ سے بعض دوستوں نے پوچھا ہے۔ اور مجھے سنایا بھی گیا ہے۔ کہ لوگوں نے میرے اس خطبہ کے مختلف معانی کئے ہیں۔ جو میں نے گذشتہ جمعہ پڑھا تھا۔ اس لئے میں اپنے پہلے ارادے کو ترک کر کے اس امر کے متعلق جو مجھ سے پوچھا گیا ہے کچھ بیان کرتا ہوں ؏

خلاف عادت کام کرنے پر قبض

دنیا میں ہر ایک امر جو لوگوں کی عادت اور خیال ان کی رسم و رواج کے خلاف ہوتا ہے۔ ہمیشہ اس کے کرنے پر ان کی طبیعت میں قبض پیدا ہوا کرتی ہے۔ اور وہ امر ان کو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ جتنے کہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ بہت معمولی معمولی باتیں جو عبادات اور شریعت کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ وہ بھی اگر عادت اور رسم کے خلاف کرنی پڑیں۔ تو بہت بڑی معلوم ہوتی ہیں ؏

تبدیلئ لباس کا اثر

مجھے یاد ہے۔ جب میں مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا۔ تو پرانے دستور کے مطابق میں پاجامہ پہنا کرتا تھا۔ جو سلوار کے رواج سے پہلے عام طور پر سکولوں میں رائج تھا جو شرعی پاجامہ کہلاتا ہے۔ وہ تو اوپر سے کھلا اور نیچے سے تنگ ہوتا ہے۔ لیکن وہ اوپر نیچے سے برابر پتلون نما ہوتا تھا۔ اور وہی میں عموماً پہنا کرتا تھا۔ جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ یہ پاجامہ کیا ہے۔ جیسے بندوق کا گہہ (تھیلا) ہوتا ہے۔ اب تو بندوقیں بھی پرانے طرز کی نہیں رہیں۔ اور نہ ویسے تھیلے ہوتے ہیں۔ مگر پہلے اس قسم کے ہوا کرتے تھے۔ بعض لڑکوں نے مجھے کہا۔ میں سلوار پہنا کروں۔ چنانچہ میں نے سلوار بنوائی۔ مجھے خوب یاد ہے۔ جب پہن کر میں گھر سے باہر آیا۔ تو میں نہیں سمجھتا۔ کوئی چور یا ڈاکو بھی کوئی واردات کر کے اتنی ندامت اور شرمندگی محسوس کرتا ہوگا۔ جتنی کہ مجھے اس وقت سلوار پہننے سے محسوس ہوئی۔ میں آنکھیں نیچی کئے ہوئے بمشکل اس مکان تک جو پہلے شفاخانہ تھا۔ اور جس میں اس وقت ڈاکٹر عبداللہ صاحب بیٹھا کرتے تھے آیا۔ بھائی عبدالرحیم صاحب اور بعض دوسرے استادوں نے اس بات کی تائید بھی کی۔ کہ سلوار اچھی لگتی ہے مگر مجھے اتنی شرم آئی۔ کہ واپس جا کر میں نے اسے اتار دیا۔ اب میں سلوار ہی پہنتا ہوں۔ مگر اس کی عادت آہستہ آہستہ ہوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں۔ اگر اب بھی میں دوسری قسم کا پاجامہ بدلوں تو گو اتنی شرم تو مجھے نہ آئے۔ جتنی اس وقت آئی تھی۔ لیکن کچھ نہ کچھ طبیعت میں بے اطمینانی ضرور ہو۔ پس اگر عادت کے خلاف ایک سلوار پہنکر جس کا عبادات یا شریعت سے کوئی تعلق نہیں طبیعت میں قبض اور بے اطمینانی پیدا ہو سکتی ہے۔ تو یہ کوئی بڑے تعجب کی بات نہیں۔ اگر میرے اس خطبہ پر بھی بعض لوگوں کو اچنبا معلوم ہو۔

خطبہ کے مخاطب گروہ

میں نے اپنے اس خطبہ میں دو قسم کے لوگوں کے خلاف خیالات کا اظہار کیا تھا۔ ایک تو وہ جو روزوں کی اتنی پابندی کرتے ہیں۔ جو دیوانگی کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور ایک ان کے خلاف جو معمولی معمولی حیلوں بہانوں سے بھی روزہ سے بچنا چاہتے ہیں۔ مگر مجھے افسوس ہے۔ کہ میرے اس خطبہ کے متعلق بے اطمینانی کا اظہار صرف انہی لوگوں نے کیا ہے۔ جو روزہ کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہیں۔ لیکن دوسرا فریق جو معمولی معمولی عذروں کی بنا پر روزہ سے بچنا چاہتا ہے۔ اس نے کوئی شکایت نہیں کی۔ اور خاموشی اختیار کی ہے۔ جنہوں نے اعتراض کیا ہے۔ مجھے ان کے اعتراض کرنے پر خوشی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس میں ان کی غیرت دینی اور جوش ایمانی پایا جاتا ہے۔ مگر افسوس ہے۔ دوسروں پر۔ کہ ان کے اندر کوئی جوش اور غیرت پیدا نہ ہوئی۔ اگر ان کی طرف سے بھی اعتراض کیا جاتا تو میں امید کرتا۔ کہ ان کے اندر بھی ایسے لوگ ہیں۔ جو غیرت اور جوش رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان میں سے بھی کوئی ایسی جماعت پیدا ہو جائے گی۔ جو معمولی عذروں پر شریعت کے احکام کو ٹالنے کی کوشش نہیں کریگی۔ لیکن ان کی خموشی بتاتی ہے۔ کہ وہ روزہ کے متعلق بے حس ہو چکے ہیں۔ مگر اثر دونوں فریقوں پر ہوا ہے۔ جو لوگ سختی کے ساتھ روزوں کی پابندی کے عادی تھے۔ انہوں نے تو یہ سمجھا۔ کہ اس سے دین اور شریعت کی بنیاد ہل گئی۔ اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو روزہ سے بچانا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ اچھا ہوا روزہ نہ رکھنے کی اجازت مل گئی۔

روزہ کے لئے بلوغت

حالانکہ نہ تو میرا یہ مقصد تھا۔ کہ روزہ چھوڑ دیا جائے۔ اور نہ روزہ چھڑوانا مدنظر تھا۔ میں نے جو یہ کہا تھا۔ کہ پندرہ سے اٹھارہ برس تک عمر روزہ کیلئے حد بلوغت ہے۔ اس کا یہ مطلب اور مقصد نہ تھا۔ کہ ہر وہ شخص جو اٹھارہ برس سے کم عمر کا ہے۔ اس کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ جنہوں نے یہ نتیجہ نکالا۔ اور باوجود پوری طرح نشو ونما حاصل ہونے کے روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔ انہوں نے غلطی کی۔ اور جنہوں نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ میں روزے کو مٹانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے بھی غلطی کی۔ جہاں تک میری تحقیق روزے کے متعلق ہے۔ وہ یہی ہے کہ روزے کے لئے اوسط عمر بلوغت ۱۵ سال سے اٹھارہ تک ہے۔ اس کے خلاف مجھے ابھی تک کوئی ثابت شدہ شرعی امر نہیں معلوم ہوا۔ میرے وہ دوست جو میری اس تحقیق پر معترض ہیں۔ اگر وہ کوئی سند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثبوت میں پیش کر دیں تو جس منہ سے میں نے وہ اعلان کیا تھا۔ اسی منہ سے اس کے خلاف اعلان کر دوں گا۔ اور تسلیم کروں گا۔ کہ میری رائے غلط تھی۔ باقی رہا لوگوں کا اجتہاد۔ سو انبیاء کو علیحدہ کر کے کسی اور سے دبنے کا مادہ میں نے اپنے اندر کبھی پایا ہی نہیں۔ اور میں کسی کے اجتہاد کو بلا دلیل ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اجتہاد کی بنا عقل پر ہوتی ہے۔ پس جس طرح کسی اور میں عقل ہے۔ اسی طرح مجھ میں بھی عقل ہے۔ اگر کوئی بلا دلیل بات کہتا ہے۔ تو میرے نزدیک ضروری نہیں کہ اسے تسلیم کیا جائے۔ پس اگر کوئی حقیقت کے خلاف اپنا اجتہاد پیش کرتا ہے۔ تو میں اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ خواہ اس کے نام کے ساتھ کتنے القاب لگے ہوئے ہوں ؏

روزوں کے متعلق تشدد

میں سمجھتا ہوں۔ روزوں کے متعلق لوگوں نے نہایت سخت غلطی کھائی ہے۔ ایسے ایسے واقعات سننے میں آئے ہیں۔ اور ایسے لوگوں سے سنے گئے ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ان واقعات کو دیکھا ہے۔ کہ روزوں سے بہت سے بچوں کی ہلاکت تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ اور ایسے واقعات تو مجھے بھی پیش آئے ہیں۔ کہ بعض عورتوں نے پوچھا ہے۔ ہمارا دودھ پیتا بچہ بھوک کے مارے تڑپتا رہتا ہے۔ ہم روزہ رکھیں یا نہ رکھیں۔ ایک آدمی نے ایک واقعہ سنایا۔ کہ ایک گھر والوں نے تین سال کے بچے کو روزہ رکھوا دیا۔ دن میں جب اسے پیاس لگی۔ اور وہ بلبلانے لگا۔ تو گھر والوں نے سمجھا۔ اگر روزہ تڑوا دیا گیا۔ تو روزہ کی سخت ہتک ہوگی۔ اور بہت بڑا گناہ ہوگا۔ اس خیال سے کوئی اسے پانی نہ پینے دے۔ اور ایسی حالت میں نہ پینے دے۔ جبکہ اس کی بے قراری اور تکلیف سے سارا گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ آخر روزہ کھلنے کے وقت سے پہلے وہ بچہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ مگر کسی نے اسے پانی نہ دیا۔ شاید کوئی کہدے۔ ان لوگوں نے بڑی نیکی کی۔ اور بڑے تقویٰ کا ثبوت دیا۔ کہ اپنا بچہ روزوں کی ہتک کرنے [illegible]

قربان کر دیا۔ مگر میں کہوں گا۔ انہوں نے ناحق خون کیا۔ وہ اپنے اس فعل سے ایسے ہی مجرم ہیں۔ جیسا کہ ایک قاتل خدا تعالےٰ کے حضور مجرم ہے ؛

قابلیت نکاح کی بلوغت

مجھ سے دفعہ میں یہ سوال کیا گیا ہے۔ کہ بلوغت سے کیا مراد ہے۔ میرا جواب یہ ہے۔ کہ میں نہیں سمجھ سکتا۔ بلوغت کے معنے کس عقل سے کس ہوش سے کس فقہ اور کس حدیث سے ایک ہی کئے جا سکتے ہیں۔ جب کہ بلوغت کے کئی معنے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ خود فقہا نے بلوغت کے کئی معنے کئے ہیں بے شک وہ بھی ایک بلوغت ہے۔ جب بچہ کو عورت کے ساتھ ملنے اور بچہ پیدا کرنے کی قوت اور طاقت آجاتی ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی کوئی عمر کی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ یہ کہیں بارہ سال کی عمر میں اور کہیں تیرہ چودہ سال کی عمر میں اور کہیں پندرہ سولہ اور سترہ سال کی عمر میں جا کر بچے کو حاصل ہوتی ہے۔ جب اس بلوغت کا یہ حال ہے۔ تو پھر بلوغت کے کیا معنے کروگے۔ اور کون سے وقت سے اس بلوغت کا زمانہ شروع ہوگا۔ ہندوستان اور دیگر گرم ممالک میں بعض بارہ سال کے بچے کو بلکہ اس سے بھی کم عمر میں اس قسم کی بلوغت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اگر سرد علاقوں میں چلے جاؤ۔ تو وہاں یہ نظر آتا ہے۔ کہ اٹھارہ سال سے پہلے بچے میں اس قسم کی بلوغت کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں بلوغت کے کونسے خاص معنے اور اس کے زمانہ کی کونسی خاص تخصیص کی جا سکتی ہے۔ یہ تو بچے کی اس بلوغت کے زمانہ کا حال کہ جس میں وہ عورت کے ساتھ ملنے کی قوت اور قابلیت حاصل کرتا ہے ؛

نماز فرض ہونیکی بلوغت

اب نماز کی بلوغت کا زمانہ تو یہ سات سال سے شروع ہوتا ہے اور دس سال کے بچے کو سختی کے ساتھ نماز کی پابندی کرانے کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور بارہ سال کے بچے سے تو تہجد کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ کیوں نہیں پڑھتا۔ پس نماز کے لئے بلوغت کا زمانہ دس سال ہے۔ اگر اس حد بلوغت کو مرد و عورت کے تعلقات کے لئے سمجھا جائے۔ تو کیا کوئی ایسا بچہ دنیا میں ہے۔ جو دس سال کی عمر میں ایسی قابلیت حاصل کرے۔ کہ بچہ پیدا کر سکے۔ ایسی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ مگر باوجود اس کے کہ اس عمر کے بچہ کو ایسی قابلیت حاصل نہیں ہوتی نماز اس کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے۔ پس تمام شرعی احکام ایک بارہ سال کے بچے پر واجب قرار نہیں دیئے گئے۔ بلکہ ہر ایک حکم کی نوعیت الگ الگ ہے۔ اور اس نسبت سے بلوغت کا زمانہ بھی مختلف ہے

شرعیہ جہاد کیلئے بلوغت کی حد

اسی طرح اب جہاد کی بلوغت کے زمانہ کو لو۔ ہمارے ملک میں ساٹھ فی صدی بچے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ تیرہ چودہ سال کی عمر میں عورت سے ملنے اور بچہ پیدا کرنے کی قابلیت ان میں پیدا ہو جاتی ہے اور عرب کا علاقہ تو ہمارے ملک سے زیادہ گرم ہے۔ وہاں تو اس عمر سے بھی پہلے بچہ پیدا کرنے کی قابلیت پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سال سے کم عمر والے کے لئے جہاد جائز نہیں رکھا۔ حالانکہ اس کو وہ بلوغت حاصل ہوتی ہے۔ جس سے وہ اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ اب اگر جہاد کا موقعہ ہوگا۔ تو اس کے لئے بلوغت کی حد پندرہ سال ہوگی۔ اس سے کم عمر مراد نہیں ہوگی ؛

یتامیٰ کی بلوغت

اب ایک اور بلوغت یتامیٰ کی ہے جس سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ خود کب اپنا گذارا چلانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ اور کب وہ دوسروں کی مدد کے محتاج نہیں رہتے۔ اولاد پیدا کرنے کی بلوغت تو بعض بارہ برس کی عمر کے بچوں کو حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر اس عمر کا لڑکا اپنا بوجھ آپ اٹھانے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ اس کی بلوغت کے یہ معنے ہونگے۔ کہ اس کی عمر کم از کم ۱۸ سال کی ہو۔ کیونکہ اس کے دانا عاقل بالغ ہونے کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ اس سے کم عمر میں وہ کیا محنت کر سکتا ہے۔ اس کے لئے تو پندرہ سولہ سال کی عمر کام سیکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کی عمر ہے۔ اس سے بڑھ کر جائداد کے انتظام کے لئے بلوغت کا زمانہ ہے۔ اور وہ ۲۱ سال کا ہے۔ اگر کسی کی عمر اکیس سال سے کم ہے۔ تو عاقل بالغ نہیں سمجھا جائیگا۔ خواہ کوئی بیس سال کی عمر میں چار بچے پیدا کر چکا ہو۔ فقہاء اس کو بالغ نہیں کہیں گے۔ راجاؤں کو ہی دیکھو۔ ان کے اوپر پریذیڈنٹ مقرر ہوتا ہے۔ سرکار کے نزدیک وہ نابالغ ہی ہوتے ہیں۔ گو بچے پیدا کرنے کے لحاظ سے وہ نابالغ نہیں ہوتے ؛

نبوت کی بلوغت

پھر نبوت کی بلوغت کا زمانہ چالیس سال ہے۔ گو پہلے بھی مل جاتی ہو جیسا کہ حضرت مسیح کے متعلق لکھا ہے۔ کہ ان کو تیس سال کی عمر میں نبوت ملی تھی۔ اگرچہ ممکن ہے۔ تاریخی طور پر یہ غلط ہو۔ کیونکہ انجیلوں کے سوا کوئی اور ایسی قوی شہادت نہیں۔ اور موجودہ اناجیل حضرت مسیح سے بہت بعد میں تیار ہوئی ہیں جہاں ان میں اور غلطیاں ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم سے نبوت کی بلوغت کا زمانہ جو معلوم ہوتا ہے۔ وہ چالیس برس ہی ہے۔ اب اس جگہ کوئی عاقل بالغ کے وہ معنے نہیں کر سکتا۔ جو ایک شادی کی قابلیت رکھنے والے کی نسبت کئے جاتے ہیں ؛

کام کی نوعیت

پس کام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ کام ہیں۔ جن کا اثر عام طور پر انسان کے جسم پر پڑتا ہے۔ اور ایک وہ کام ہیں۔ جن کا اثر انسان کے جسم پر نہیں پڑتا۔ بلکہ ان کا تعلق انسان کی روحانیت کیساتھ ہوتا ہے۔ اور جتنا جتنا ان کا کم اثر جسمانیت پر اور زیادہ تر روحانیت پر پڑتا ہے۔ اتنا ہی بلوغت کا زمانہ بھی نیچے کو چلا جاتا ہے۔ حتےٰ کہ تین سال کی عمر میں بھی ان احکام کی پابندی ضروری قرار دی گئی ہے۔ کہ جو آداب اور اخلاق سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین کو اسی عمر میں فرمایا تھا۔ اپنے آگے سے کھاؤ۔ اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اب کوئی کہے۔ اتنے چھوٹے بچے کو شریعت سے کیا تعلق۔ کہ اس سے اس امر کی پابندی کرائی جائے۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ اس کی پابندی کرانے میں حرج ہی کیا ہے۔ کیا اگر بچہ بائیں ہاتھ کی بجائے دائیں ہاتھ سے کھائے۔ تو اس سے اس کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ چونکہ یہ ایسا امر نہیں۔ جس کی پابندی کرانے سے بچے کی صحت پر برا اثر پڑتا ہو۔ بلکہ اس کے اخلاق پر اس کا اچھا اثر پڑے گا۔ اور اس کی صحت پر بھی کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔ نہ اس کے فہم و فراست پر۔ اس لئے اس عمر میں اس کی پابندی کرائی گئی ؛

بلوغت نماز کا وقت

اس سے اوپر نماز کی بلوغت کا وقت آتا ہے۔ جس کی ابتدا سات سال کی عمر ہے۔ اور درمیانی دس سال اور انتہائی بارہ سال اگر کوئی بچہ بارہ سال کی عمر میں نماز نہ پڑھے۔ تو شریعت اجازت نہیں دیتی۔ کہ ہم اسے یہ کہکر چھوڑ دیں۔ کہ ابھی بچہ ہے۔ بلکہ نماز پڑھنے کے لئے زور دینگے۔ کیونکہ اس کا بھی جسم پر کوئی ایسا مخالف اثر نہیں پڑتا۔ جس سے بچے کی صحت خراب ہو۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں۔ کہ اس کو آزاد چھوڑا جائے ؛

روزے کا اثر انسان کے جسم پر

لیکن فاقہ ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان کی جسمانی حالت کو بگاڑتا اور اس کے عادی نظام کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔ اگر ایسے بچے جن کی ابھی نشو و نما نہیں ہوئی روزے رکھیں گے۔ تو ضرور ان کی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ اس لئے بچوں سے جو لوگ روزے رکھواتے ہیں۔ وہ ثواب کا کام نہیں کرتے۔ بلکہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے۔ جو ماں سے زیادہ چاہے پھپھے کٹنی کہلائے۔ نبیوں سے بڑھ کر کون دین کے لئے غیرت دکھلا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ میری صحت ہمیشہ کمزور رہی ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ میرے ہاں بچہ بھی دیر سے پیدا ہوا۔ میری عمر اس وقت سترہ سال کی تھی۔ حالانکہ بچہ اس سے بھی کم عمر میں پیدا ہو سکتا ہے۔

چودہ سال کی عمر میں بچہ پیدا کرنے کی مثال خود ہمارے خاندان میں ہی موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود کی وفات پر میری ۱۹ برس کی عمر تھی۔ لیکن میری صحت کے لحاظ سے وہ زمانہ بھی میری بلوغت کا زمانہ نہ تھا۔ اور محض میری صحت کی کمزوری کی وجہ سے حضرت صاحب میرے لئے روزہ رکھنا پسند نہیں کرتے تھے اب بھی میری صحت کی یہ حالت ہے کہ کئی بار ہا میں سارے روزے رکھتا ہوں۔ لیکن بعض دفعہ اب بھی میں روزے نہیں رکھ سکتا۔ پس جن بچوں کے سینے چھوٹے اور کمزور ہوں ان کو روزوں پر مجبور کرنا بلکہ ان کو روزہ رکھنے دینا بھی درست نہیں۔ ہاں پندرہ سال کی عمر سے ان کو عادت ڈلوانی اور مشق شروع کروانی چاہیئے۔ خواہ ان کے قویٰ شہوانی بارہ برس کی عمر سے ہی بلوغت کو پہنچ گئے ہوں۔ اور وہ بچے پیدا کرنے کے قابل ہو گئے ہوں۔

روزہ کب رکھایا جائے

اس سے میرا مطلب یہ نہیں۔ کہ باوجود جسمانی قویٰ کی تکمیل کے بھی جیسے وہ پندرہ سال کی عمر سے پہلے حاصل کر لیں۔ ان سے روزے نہ رکھوائے جائیں۔ بلکہ جیسا کہ بچہ پیدا کرنیوالے کی بلوغت کا زمانہ مختلف ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ بچہ تیرہ چودہ برس کی عمر میں جسمانی قوتیں پوری حاصل کرے۔ مگر چونکہ ایسی مثالیں بہت شاذ ہیں۔ کہ جو پندرہ برس کی عمر سے پہلے جسمانی طاقت و قوت کے تمام مرحلے طے کر لیں۔ اس لئے قانونی طور پر روزے کے لئے بلوغت کا زمانہ اٹھارہ برس ہے۔ پھر اس میں استثنائی صورتیں بھی ہیں۔ جن میں بعض اٹھارہ برس سے کم عمر والے بھی آ جاتے ہیں۔ اور بعض اٹھارہ برس سے اوپر عمر والے بھی آ جاتے ہیں۔ حتٰے کہ بعض اکیس سال تک کی عمر والے بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں جن پر اکیس سال کی عمر میں روزہ فرض ہوتا ہے۔ لیکن میں نے ان دونوں حدوں کو چھوڑ کر ایک درمیان کی حالت کو لے لیا ہے۔ جو اٹھارہ سال ہے۔ ورنہ کئی ایسے ہونگے جن کیلئے چودہ پندرہ سال کی عمر میں اپنے جسمانی قویٰ کی تکمیل کی وجہ سے روزہ ضروری ہو جائیگا اور کئی ایسے ہونگے۔ کہ جو اپنے قویٰ کی کمزوری کی وجہ سے اکیس سال تک بھی اس حکم کے مصداق نہ ہونگے۔ پس میں نے ایک درمیانی عمر بتائی ہے۔ کہ اس کی بلوغت کا زمانہ پندرہ سال کی عمر سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس عمر سے عام طور پر روزے کی عادت ڈلوانی چاہیئے۔ یعنی چار پانچ روزے رکھوائے۔ پھر چھوڑوا دیئے۔ اس سے بچے کو روزوں سے مس پیدا ہو جائے گی۔ اور جب اس کا نشوونما قوی ہو جائیگا تو پھر وہ پورے روزے رکھنے لگ جائیگا۔ اور اس کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوگی۔

روزہ اور بچہ پیدا کرنے کی طاقت

غرض روزوں کے حکم کے عائد ہونے کے لئے بچے ہونے کی کوئی شرط نہیں۔ بعض ایسے آدمی ہونگے۔ کہ ساری عمر بھی ان پر روزہ فرض نہیں ہوگا۔ اور اگر ایک روزہ بھی وہ رکھ لیں۔ تو ان کی صحت بالکل برباد ہو جائے۔ کیونکہ روزہ ایسی چیز نہیں۔ جس کے لئے جسم کی توانائی کی کچھ ضرورت نہ ہو۔ اور اس کا جسم پر کچھ اثر نہ پڑے پس ہر ایک چیز کے لئے ایک مناسبت ہوتی ہے۔ اس لئے روزے کا حکم جسمانی قویٰ کی تکمیل پر عائد ہوتا ہے۔ اگر کسی کے قویٰ جسمانی تکمیل کو نہیں پہنچے۔ تو خواہ وہ چالیس پچاس بچے بھی پیدا کر لے۔ مگر روزے کا فرض اس پر عائد نہیں ہوگا۔ دیکھو جنابت کے غسل کے متعلق حکم ہے۔ کہ بیمار غسل نہ کرے۔ تم تو شائد کہو گے۔ کہ وہ بیمار کیسا ہے۔ جس پر جنابت کے غسل کی نوبت آگئی۔ حالانکہ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ بعض آدمی ایسے ہونگے۔ کہ وہ بیمار ہونگے۔ لیکن ان کے قویٰ شہوانی پر اس بیماری کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ بلکہ وہ قائم رہیں گے۔ اور اس قوت کو وہ پورا کرتے ہیں۔ بلکہ شاید اگر وہ پورا نہ کریں۔ تو ان پر اس کا الٹا اثر ہو۔ اس بارے میں میں مثال نہیں دے سکتا۔ ورنہ بڑے بڑے بزرگوں کی شہادتیں ہیں۔ جو انہوں نے خود بیان کیں کہ ایسے بھی بیمار ہوتے ہیں۔ جن کو جنابت کے غسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن غسل کرنا ان کے لئے منع ہوتا ہے۔ بلکہ وضو بھی ان کے لئے جائز نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ ان کی صحت کے لئے مضر ہوتا ہے۔ باوجودیکہ شہوانی قویٰ ان میں پائے جاتے ہیں۔ اور وہ اس طاقت کو پورا کرتے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ فقہا بھی ان کو بیمار ہی کہتے ہیں۔ خواہ وہ بچے بھی پیدا کرتے ہوں۔ تیمم سے بڑھ کر طب ان کو اجازت نہ دیگی۔ پس جو لوگ طب سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ بعض بیمار بناوٹ کے لحاظ سے ایسے واقعہ ہوتے ہیں۔ کہ وہ بلوغت جو روزوں کے حکم کو عائد کرتی ہے۔ ان کو حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن وہ بلوغت جس سے وہ اولاد پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کو حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر اس کو وہ پورا نہ کریں تو ان کی صحت زیادہ کمزور ہو جائے۔ بلکہ ممکن ہے۔ کہ بعض اور بیماریاں بھی ان کو لاحق ہو جائیں۔ تو ہر ایک بلوغت الگ الگ قسم کی ہوتی ہے۔ اور الگ الگ ہی اس کے متعلق احکامات ہوتے ہیں۔ ایک بلوغت وہ ہے۔ جو تین سال سے شروع ہو جاتی ہے۔ دوسری وہ جو سات سال سے۔ تیسری وہ جو چودہ سال سے شروع ہو جاتی ہے۔

روزے اور جہاد کا اثر جسم پر

پس روزے کی بلوغت پندرہ سال سے شروع ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے جہاد کے لئے پندرہ سال سے کم عمر جائز نہیں رکھی۔ کیونکہ جہاد میں جسمانی کوفت ہوتی ہے۔ اگر اس عمر سے پہلے کسی سے جہاد کرایا جائے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ اگلے جہاد اس کے سب مارے جائینگے اسی طرح اس عمر میں بچے کی نشوونما کے لئے روزے سے روکنا بے دینی نہیں بلکہ اگلے چالیس پچاس سال کی عمر کیلئے اس کے پاس ذخیرہ جمع کرنا ہے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے۔ تو ہم ان کے جسموں کو کمزور کر کے آئندہ زندگی میں ان کو روزے رکھنے سے محروم رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ان کو نشوونما حاصل کرنے دیتے ہیں۔ تو ان کی ہڈی اور جسم مضبوط ہو جائے گا۔ اور آئندہ زندگی کے اکثر حصہ میں وہ باسانی روزے رکھ سکیں گے پہلے ہی ہمارے ملک کے لوگوں کی بچوں کے متعلق بے احتیاطی اور نادانی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ اس ملک کے لوگوں کی صحت بہت کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ یورپین لوگ اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے متواتر کام کرتے ہیں۔ مگر ذرا نہیں تھکتے۔ لیکن ہمارے ملک کے آدمی چند گھنٹے بھی متواتر کام نہیں کر سکتے۔ جس کی وجہ یہی ہے۔ کہ ہمارے ملک کے لوگوں کی بچپن میں پوری پوری نشوونما نہیں ہوتی۔ پس بچپن میں بچوں کی طاقت کو نقصان سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے نتیجے میں ان کی آئندہ زندگی بیماریوں سے محفوظ رہے گی۔ اور اگر صحیح طور پر اس امر کی نگہداشت کی جائے۔ تو نہ صرف یہ کہ وہ بیماریوں سے محفوظ رہیں گے۔ بلکہ آئندہ ان کی نسلیں اور قوم بھی صحیح القویٰ اور تندرست اور قوی ہوگی۔

اسلامی احکام عقل کے مطابق ہیں

اسلام کے تمام احکام عقل کے مطابق ہیں۔ اس لئے عقل سے کام لینا چاہیئے ہر قسم کے لئے الگ الگ بلوغت کا وقت ہے۔ اگر تم آج ایسی نسل پیدا کرو۔ کہ وہ پندرہ سال سے پہلے پہلے ہی نہایت گرانڈیل جوان ہوں۔ ان کے بڑے بڑے قد اور خوب مضبوط جسم ہوں۔ اگر ایسے بچے دس سال کی عمر کے بھی ہوں۔ تو میں کہوں گا۔ ان دس سال کے بچوں پر بھی روزہ فرض ہے۔ پس میں عقل کی بات بتا رہا ہوں۔ اگر اس کی بنیاد عقل پر نہ ہوتی۔ تو کسی کیلئے اعتراض کی بھی گنجائش ہوتی۔ لیکن اگر اس کی بنیاد عقل پر ہے کہ پندرہ برس سے کم عمر کے بچہ کو روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ تو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

نماز جنازہ

آج میں جمعہ کی نماز کے بعد ایک جنازہ پڑھونگا چودھری نصر اللہ خان صاحب ناظر اعلےٰ کے چچا چودھری حسن محمد صاحب جو پرانے احمدی تھے فوت ہو گئے ہیں۔ ان سے تو میری ذاتی واقفیت نہ تھی۔ لیکن چودھری نصر اللہ خان صاحب جو آنریری طور پر سلسلہ کی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ ان کے اخلاص اور خدمات کے باعث میں ان کے چچا صاحب کا جنازہ پڑھوں گا۔ مو

چودھری صاحب کو ان ایام میں ان کے چچا کی نازک حالت کی وجہ سے بار بار بلایا گیا۔ لیکن چونکہ کانفرنس کے دن بہت قریب تھے۔ اس لئے وہ نہ گئے۔ اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے چچا فوت ہو گئے۔

اشتہارات

بعدالت شیخ محمد حسین صاحب سب جج درجہ چہارم شہر راولپنڈی

مستری فضل دین ولد اللہ دین قوم لوہار۔ ساکن ڈھوک گرجا تحصیل راولپنڈی۔ مدعی

بنام

مسمات بہشتو بیوہ نور عالم و امیر علی ولد نور عالم قوم تیلی ساکن پنجائیں۔ تحصیل چکوال۔ ضلع جہلم۔ مدعا علیہ دعوے ۵۰ روپے

(اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی)

بنام مسمات بہشتو بیوہ نور عالم۔ امیر علی ولد نور عالم قوم تیلی ساکن پنجائیں۔ تحصیل چکوال۔ ضلع جہلم

مقدمہ مندرجہ بالا میں تم دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہے ہو۔ اس لئے اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر تم مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۵ء کو عدالت ہذا میں واسطے جوابدہی کے حاضر نہیں آؤ گے۔ تو تمہارے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔

مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۲۵ء

مہر عدالت — دستخط حاکم

تین روپیہ کی کتابیں مفت

جو صاحب رمضان شریف کے مہینہ میں اخبار نور کے خریدار بنینگے جس کی سالانہ قیمت تین روپے ہے۔ انہیں ہندو دھرم کی حقیقت عہ۔ آریہ مذہب کی حقیقت عہ۔ پروفیسر رام دیو کے چھ سوالوں کا جواب ۸۔ جملہ تین روپیہ کی کتابیں مفت دی جائینگی۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہونگے۔ آج ہی درخواست بھیج دیجئے۔ پھر یہ نادر موقع مشکل ہاتھ آئیگا۔

المشتہر — مینیجر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

تحفہ عید

لونگی ریشمی مشہدی رنگ سیاہ ۶ گز قیمت	للعہ
لونگی اصلی ریشمی مشہدی رنگ سیاہ چینا ۶ گز	۸
ساڑھی ریشمی پھولدار اعلیٰ سادی	لعہ
بنیان ریشمی ۸ — زنانہ ۳ — گلوبند ریشمی ۸	

المشتہر — مینیجر فضل ٹریڈنگ کمپنی شہر لودھیانہ (پنجاب)

ہندوستان کی خبریں

سر مالکم ہیلی گورنر پنجاب دورہ کرتے ہوئے کھیوڑہ چوہا سیدن شاہ اور دوالمیال پہونچے۔ آخر الذکر مقام بہت چھوٹا سا گاؤں ہے۔ لیکن فوجی خدمات کے لحاظ سے وہ صوبہ کے بہترین مقامات سے ہے۔ جنگ میں یہاں سے ۴۰۰ رنگروٹ گئے تھے۔ ان خدمات کے صلہ میں فوجی حکام نے ایک توپ عطا کی ہے۔

موضع دوالمیال میں خدا کے فضل سے احمدیوں کی خاصی آبادی ہے۔ جن میں سے کئی اصحاب اعلیٰ فوجی اعزاز رکھتے ہیں۔

معاصر بندے ماترم رقمطراز ہے۔ کہ گوردوارہ بل جیسا کہ پنجاب کونسل کے سکھ ارکان نے مرتب کیا تھا۔ گورنمنٹ اور ارکان نے منظور کر لیا ہے۔ اب گورنر جنرل کی منظوری باقی ہے۔ شرومنی کمیٹی کا اجلاس اس پر غور کرنے کے لئے ۲۶ اپریل کو منعقد ہوگا۔

امرتسر میں ہاتھی دروازہ کے باہر چند روز سے ایک عجیب الخلقت انسان کی نمائش کی جا رہی ہے جس کی خلاف معمول تین ٹانگیں ہیں۔ اور یہ مخلوق زنانہ و مردانہ علامات کا مجموعہ ہے۔

پٹیالہ ۱۵ اپریل۔ فرسٹ کلاس مجسٹریٹ نے سات اکالیوں کو چھ چھ ماہ قید بامشقت اور پانچ کو دو دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔

کلکتہ ۱۲ اپریل۔ ہندو مہاسبھا کے اجلاس میں سب سے پہلا ریزولیوشن جو پیش ہوا۔ وہ وہی تھا۔ جو مہاسبھا کے اجلاس منعقدہ الہ آباد میں پاس ہوا تھا۔ اس تجویز میں کئی ترمیمیں پیش ہوئیں۔ تجویز میں پست اور اچھوت اقوام کی ترقی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور انہیں وید پڑھنے اور عام کنوؤں سے پانی بھرنے کی اجازت دینے پر زور دیا گیا ہے۔ پنڈت مدن موہن مالوی اور پنڈت ہری سروپ شاستری نے تجویز کی مخالفت کی۔ اور اتحاد کے نام پر اپیل کی۔ کہ سناتن دھرمیوں کے جذبات کو مجروح نہ کیا جائے۔ ریزولیوشن ترمیم شدہ حالت میں پاس ہوا۔ دوسرے اجلاس میں ایک تجویز بدیں غرض پاس ہوئی۔ کہ غیر ہندو پروپیگنڈا کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے ملک کے مختلف حصص میں خصوصاً چھوٹا ناگپور سندھ اور آسام میں ہندو حفاظتی لیگ قائم کی جائے۔ آخری تجویز میں گورنمنٹ سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ مالابار کے موپلہ قیدیوں کی طرح کٹارپور کے قیدیوں کو بھی رہا کر دیا جائے۔

کلکتہ ۱۴ اپریل۔ آج ہندو مہاسبھا نے اپنے جلسہ میں چند ایک اہم قراردادیں منظور کیں۔ مہاسبھا نے بنگال۔ بہار۔ آسام۔ گجرات اور صوبجات سرحد میں لاکھوں ہندوؤں کے تبدیل مذہب کو افسوس کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور اس امر کا مقابلہ کرنے کے لئے جمعیۃ تحفظ ہنود کے قیام کی تجویز کی گئی۔ مہاسبھا کی شاخوں سے اپیل کی گئی۔ کہ یتیم خانے قائم کئے جائیں جن میں بیکس و بے یار یتیم بچوں اور بیواؤں کی حفاظت کی جاوے۔ قرار پایا۔ کہ پانچ لاکھ روپیہ کا سرمایہ فراہم کیا جائے جس میں سے ایک لاکھ سنگٹھن پر صرف ہو۔ اور چار لاکھ روپیہ نیچ جاتیوں کی اصلاح پر خرچ ہو۔ اور کچھ رقم کوہاٹی ہندوؤں پر صرف کی جائے۔ انسداد گاؤکشی اور گیتا کی اشاعت کے لئے بھی قراردادیں منظور ہوئیں۔ لالہ لاجپت رائے نے اپنی آخری تقریر میں کہا۔ ملک بھر کے اندر یہ احساس پیدا ہو جانا چاہیئے کہ تمام ہندو ایک ہیں۔ اور اگر کوئی غیر ہندو کسی ہندو پر حملہ کرے تو سب مقابلہ کریں گے۔

کانپور ۱۱ اپریل۔ سوشل کانفرنس صوبجات متحدہ کا چھٹا سالانہ اجلاس پنڈت گوکرن ناتھ مصرا کی صدارت میں منعقد ہوا۔ کانفرنس میں پنڈت جواہر لال نہرو سیٹھ جمنا لال بزاز۔ اور مسٹر شنکر لال بنکر اور مولانا حسرت موہانی بھی موجود تھے۔ تعلیم نسواں۔ پردہ کی موقوفی۔ ترک شراب نوشی۔ عقد بیوگان وغیرہ کے متعلق تجاویز پاس کی گئیں۔

مسٹر جمشید اردیشر واڈیا نے سات لاکھ روپیہ خیرات کے لئے وقف کیا ہے۔ ۳ اپریل کو اس کی باضابطہ رجسٹری بھی ہو چکی ہے۔

پشاور ۱۴ اپریل۔ نواب صاحب ٹیری کے انتقال کے بعد ان کی جانشینی کا مسئلہ سہولت کے ساتھ طے ہو گیا نواب صاحب کے بڑے صاحبزادہ جن کا نام شاہ جہان ہے ان کے جانشین ہونگے۔ اور دوسرے صاحبزادہ عالم زیب صاحب کے سپرد جنڈول کا انتظام ہوگا۔

لاہور کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ اکالی لیڈروں کے مقدمہ میں ۱۴۴ گواہان استغاثہ ہیں۔ یہ بہت اغلب ہے۔ کہ صفائی کی جانب سے کم از کم تین سو گواہان استغاثہ پر جرح ہو۔ اس لئے یہ ناممکن ہے۔ کہ اس سال کے اختتام سے پیشتر یہ جرح ختم ہو جائے۔ اگر کبھی اس مقدمہ کا فیصلہ ہوا۔ تو یہ مقدمہ عدالتی دنیا کی تواریخ میں ایک سب سے طویل مقدمہ ہوگا۔

بمبئی ۱۳ اپریل۔ مسٹر کیلی پولیس کمشنر کی زیر صدارت بمبئی حج کمیٹی کا ایک جلسہ ہوا جس میں امسال حج کے متعلق غور و خوض کرنیکے بعد یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ حالات حجاز ابتر اور غیر تسلی بخش ہونیکی وجہ سے ہندوستانی عازمان حج کی ہمت افزائی نہ کی جائے۔